تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد۰۱شمارہ۰۵،۲۰۲۳

Article

IMPORTANT THEMES OF BALOCHI CLASSIC POETRY

قدیم بلوچی شاعری کے اہم موضوعات

Muhammad Sadiq*[1] , Abdul Raziq[2], Dr. Muhammad Tahir Hakeem[3]
[1] Assistant Professor, Institute of Balochi Language and Culture, Uni- of Turbat, Balochistan., [2] Lecturer, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad.
[3]Associate Professor, Institute of Balochi Language and Culture, Uni- of Turbat, Balochistan.
*Correspondence: m.sadiq@uot.edu.pk

[1] محمد صادق، [2]عبدالرازق، [۳]ڈاکٹر محمد طاہر حکیم
[1] اسسٹنٹ پروفیسر انسٹیٹیوٹ آف بلوچی لینگوتج اینڈ کلچر، یونیورسٹی آف تربت، [۲]لیکچرر، شعبہ پاکستانی زبانیں، نمل، اسلام آباد
[۳] ایسوسی ایٹ پروفیسر انسٹیٹیوٹ آف بلوچی لینگوتج اینڈ کلچر، یونیورسٹی آف تربت

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.152
Received:16-05-2023
Accepted:06-07-2023
Online:13-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Apart from other poetic elements, themes, and motifs play a vital role in poetry. It offers the readers a window into the social, psychological, and cultural tendencies of a certain nation. Through, classical poetry, the Baloch poets of yore not only expressed their feelings and emotions but the latter also serves as a significant document concerning Baloch's history. It gives an obvious picture of the ancient Baloch society which was established on tribal footings. The social and cultural norms and traditions, whether human-friendly or otherwise, prevalent in that tribal society are amongst the recurrent themes of Balochi classical poetry. Balochi Classical poetry, which has its roots in oral poetry, has maintained a wide majority of the themes which appeared in Balochi oral poetry.

KEYWORDS: Society, Tribal, Traditions, Norms, History, Significant, Emotions, Classical, Nation, Culture, Psychological, Themes, Poetic, Balochi

شاعری میں موضوع بہت اہم ہے جو معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ شاعری اور دوسرے علوم کی قربت موضوع ہی کی مرہون منت ہے۔ اس کی بدولت تاریخ، مذہب، معاشیات، سیاسی اور قومی اقدار کے ساتھ ساتھ پوری کائنات کے اہم واقعات کا اظہار ہوتا ہے۔ شاعری اور سماج کا رشتہ شعری موضوعات کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔

شاعری میں فنی اور جمالیاتی اظہار اور ہئیت کی اہمیت کے ساتھ موضوع کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے۔ کسی قوم کی نفسیات، تاریخ، تہذیب، ثقافت اور رجحانات کو سمجھنے کیلیے ان کی شعری موضوعات اہم ہوتی ہیں۔ ساری قوم کی تہذیب و تاریخ کی محافظ شعری موضوعات ہیں۔ قدیم بلوچی شاعری نہ صرف بلوچ قومی امنگوں اور تاریخ کا اظہار ہے بلکہ بلوچوں کی تاریخ کا ایک بنیادی ماخذ اور اہم دستاویز کی حیثیت بھی رکھتی ہے:

> ''قدیم بلوچی شاعری، بلوچوں کی تاریخ کا بنیادی ماخذ ہونے کے اعتبار سے ان کی عہد بہ عہد سماجی سرگرمیوں کی ایک ایسی مکمل دستاویز ہے جہاں ایک خاص طبقہ کی نمائندگی اور تعریف وستائش کے برعکس عوام کے تاریخی کردار اور ان کی سرگرمیوں کو انتہائی سچائی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ دنیا کے ادبیات کا اگر تاریخی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ادبیات کا ایک بڑا حصہ جمہور کے تاریخی کردار اور عوامی سرگرمیوں کے برعکس اپنے وقت کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے جاہ و جلال اور اُن کے عروج وزوال کی داستانوں، عیش ونشاط کے تذکروں اور سماج کے ایک خاص طبقے کی زوال آمادہ قدروں، ذہنی تعیش، بے عملی اور بے حسی جیسے واقعات سے بھری پڑی ہے''[1]

بلوچ قوم تاریخ کے مختلف ادوار میں ایک ایسے سماجی ڈھانچے میں رہ رہی ہے جسے قبائلی نظام کہاجاتاہے۔ اس قبائلی نظام کے بھی اپنے مخصوص مسائل، اقدار اور پابندیاں ہیں، کچھ رسومات اور روایات ہیں۔ قدیم بلوچی شاعری اس قبائلی معاشرے کی بہترین عکاسی کرتی رہی ہے. اس شاعری میں ہمیں قبائلی معاشرے کی تمام اقدار اور رسم ورواج کی مکمل وضاحت اور اظہار ملتاہے، خواہ وہ منفی ہوں یا مثبت۔ مختلف موضوعات کے اظہار سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتاہے کہ قوم تاریخ کے کس دور سے گزری ہے۔ اس شاعری کی بنیادی موضوعی خصوصیت یہ ہے کہ یہ بلوچ قوم کی تاریخ کا ماخذ ہے۔ زمانہ قدیم کی پوری تاریخ اس شعری ادب کے دامن میں محفوظ ہے۔ لوک شاعری کی مختلف اصناف میں بچے کی پیدائش سے لے کر ختنے کی تقریب، شادی، سفر، جلاوطنی، کھیتی باڑی، غم، خوشی اور موت تک بلوچ قوم کی مختلف سماجی اور ثقافتی رسومات کا اظہار منفرد انداز میں کیا گیا ہے۔

قدیم بلوچی شاعری جو کہ لوک شاعری کا تاریخی تسلسل ہے، نے بھی اس موضوعی تسلسل کو برقرار رکھا ہے۔ ثقافتی اقدار کے مختلف پہلو مہمان نوازی، بہادری، پناہ یعنی باہوٹ، خوشی اور غم، رواداری، عزت اور محبت کا اظہار پایا جاتا ہے۔

قدیم بلوچی شاعری جو لوک شاعری کا ایک تاریخی تسلسل ہے اس میں اس موضوعاتی تسلسل کو بھی بر قرار رکھا گیا ہے۔ جس میں ثقافتی اقدار کی مختلف پہلو قول و قرار، مہمان نوازی، بہادری، شجاعت، پناہ یعنی باہوٹ، خوشی، غم، رواداری، ننگ و ناموس اور محبت ان کا اظہار پایا جاتا ہے۔ ثقافتی اقدار میں قول و قرار کی پاسداری بنیادی اقدار میں سے ایک ہے جس کی وجہ سے حانی اور شے مُرید جیسی عشقیہ داستان بھی جنم لیتی ہے۔

مردے منی ریشاں بہ گیپت
ریش ءِ ھوز مرد ءَ کُشاں
(جاڑو)

گر کوئی میری داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھائے
داڑھی کے بدلے جان اس کی لوں گا

میر ھیبتانؔ ءَ قول کُتگ
لوکے منی بگّ ءَ کپ ایت
قول اِنت پدءَ لوک ءَ نہ بارت
(ہیبتان)

میر ہیبتان نے یہ عہد کیا
گر کوئی ناقہ، قافلے میں
میرے اونٹوں کے آ بھٹکے
قسم ہے واپس نہیں لے جانے دوں گا

ایش اِنت منی قول ءُ بِنا
نداں ھمے ذُرچک ءِ بُن ءَ
کہیر ءِ پٹّکیں ساھگءَ
اگاں مردے بہ بُریت ئِے سر ءَ
من چہ بُن ءَ چست نہ باں

(چاکرؒ)

لو سنو عہد و پیماں مرا
جا کے اک پیڑ کے تلے بیٹھوں گا
گر کوئی آرا چلائے اسی پیڑ پہ
اپنی جگہ سے ہلوں گا بھی نہیں

ایش اِنت منی قول ءُ بِنا
پشمبے ءِ سُہب ءِ سر ءَ
من مسجد ءَ واناں نماز
کسے داد بہ لوٹ ایت چہ من ءَ
من دادن ءَ بند نہ باں

(مُرید)

لو سنو عہد و پیماں مرا
صبح دَم،جمعرات کے دن
ذکر و طاعت کے بعد
دستِ طلب گر کوئی میری جانب بڑھائے
اسے خالی ہاتھ واپس نہیں پھیروں گا[۲]

بلوچ قوم کی گزشتہ تاریخ ان کی قومی زندگی کا ایک ایسا المیہ ہے جہاں ہر سمت جنگ کے صدائیں سنائی دیتی ہیں جہاں موت اور زندگی کا ایک ختم نہ ہونے والا کشمکش وقت کی آغوش میں پلتا ہو دکھائی دیتا ہو۔ یہی وہ بات ہے کہ قدیم بلوچی شاعری کا ایک بہت بڑا حصہ اس کی جنگی ترانوں کی صدائے بازگشت ہے۔:

جن بہادروں کو
دشمن سے انتقام لینا ہوتا ہے
وہ اپنی بیویوں کو تج دیتے ہیں
وہ راتوں کو بیدار رہتے ہیں

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

عاشقوں کی طرح سرد آہیں بھرتے رہتے ہیں
دشمنوں پر دانت پیستے ہیں
اور صرف ایسے ہی جواں مرد انتقام لیتے ہیں
یا اپنا سر گنوا دیتے ہیں ۳

بلوچ سخاوت، بہادری، قول و فعل کی پابندی، پناہ اور مہمان نوازی کی قومی اقدار پر فخر کرتی ہیں۔ اس لیے ان کی قدیم شاعری میں یہ تمام رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ہر قبیلے نے ان ثقافتی اقدار کو بر قرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ قدیم شاعری کا ایک وصف ہے۔ (۴) ثقافتی اور سماجی موضوعات کے علاوہ اس دور کی شعری روایت میں دو اہم موضوعات کا اظہار نمایاں ہے، ایک رزمیہ اور دوسرا عشقیہ، یہ دونوں موضوعات قدیم بلوچی شاعری کے اہم ستون تصور کیے جاتے ہیں۔

"اس شعری ادب میں اُس زمانے اور نظریات کے مطابق اُس وقت کی زندگی کے ہر پہلو پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ مثلاً اُس میں رزمیہ، طربیہ، ہجو، قصیدہ، حکایات، روایات اور واقعات ہر قسم کے اشعار ملتے ہیں البتہ رزمیہ اشعار کو بلوچ قوم کی افتاد طبع اور قومی روایات کے علاوہ اس وقت کی حالات کے پیش نظر اولیت حاصل رہی ہے"(۵)

ان شاعری تخلیقات میں معاشرتی اقدار کے ہر پہلو کے ساتھ ثقافتی رنگ بھی ہوتا ہے جس میں معاشرتی اقدار کے حصول کو بھرپور طریقے سے بیان کیا جاتا ہے چاہے وہ محبت ہو یا جنگ، ہر عنصر کو فصیح و بلیغ شاعرانہ زبان میں بیان کیا گیا ہے جس نے ایک نئی تخلیقی روایت کو پروان چڑھایا ہے۔ قومی اقدار سے سرشار شاعری کو اس دور کا سب سے بڑا موضوع سمجھا جاتا ہے۔ انتقام اور جنگوں میں معاشرتی اقدار کو بر قرار رکھنے والے بہادر کرداروں کی داستانیں بیان کی گئی ہیں۔ بلوچ قبائلی نظام زندگی کی بنیاد جن رسوم و روایات پر ہے ان میں مہمان نوازی، پڑوسی کے حقوق کا تحفظ، قول و فعل کی پاسداری، سخاوت و بہادری، مزاحمت اور دیانت جیسی اقدار کو اہمیت حاصل ہے اور بلوچوں کو ہمیشہ اس پر فخر ہے جبکہ شعراء نے بھی ان کا برملا اظہار کیا ہے:

من گوں بداں ھنچو کناں
میداں گوں ماہی ءَ کُتہ
بُز گوں کہیری شنگراں
باز گوں کپوتی ولراں
موردانگیں مرداں کُشاں
من گوں بداں ھنچو کناں

ترجمہ:

میں دشمنوں کے لیے موت کا پیغام ہوں
میں اُن سے ایسا بدلہ لوں گا
جیسے مچھیرا مچھلی کا سینہ چیر کے رکھ دیتا ہے
جیسے بکری کہیرؔ(ایک جھاڑی) شوق سے کھاتی ہے
ان کی پتّوں کو ختم کر دیتی ہے
جیسے باز کبوتروں کی جُھنڈ سے برتاو کرتا ہے
جیسے گرم لو چلروںؔ ایک جلد آگ لگ جانے والی جھاڑی کو جلا کر
میں ایک ایک کرکے سب دشمنوں کو قتل کردوں گا[6]

جنگی شاعری میں دو طرح کے موضوعات ہوتے ہیں، ایک وہ جن میں بیرونی حملہ آوروں کے خلاف اہم لڑائیاں بیان کی گئی ہیں اور دوسرے وہ جن میں بلوچوں کی آپس کی لڑائیاں اور خانہ جنگیاں شامل ہیں۔ جس میں اس دور کے مشہور سردار میر چاکر رند اور میر گوہرام لاشاری کے درمیان تیس سالہ لڑائی شامل ہے۔

من ترا آزمان ءَ چکّریناں
ماں لُنجمیں دریا ءَ بہ پرّیناں
ھپت درَ ءُ ھپتاد کوہ بہ گُوازین ئے
ڈاڈر ءِ جُمپّاں گر سرءَ زیرئے
پہ سَرگ زَرّیں چیدگے بندّئے
نیمگء آزمان ءَ پَدگ بندّئے
سر بِرء اِستین ءَ جَن ئے تہت ءَ
پور ءُ اِستاراں پہ اِسترگ سِندّئے
ھار ءُ میران ءَ پہ گِدار گندّئے[7]

ترجمہ:

میں تجھے آسمان میں گھماؤں گا
اور گہرے نیلے سمندر میں پھینک دوں گا
تم اگر سات دروازے اور ستّر پہاڑ پار کر جاؤ
ڈاڈرؔ کی چوٹیاں اپنے سر پر اُٹھاؤ
سروں کو کاٹ کر سنہری علامات قائم کرلو

آسمان پہ سیڑھی لگا دو
بادلوں کے اوپر چارپائی بچھادو
استرے سے کواکب کاٹتے رہو
مگر ہارؔ اور میرانؔ کو ڈھونڈھ نہ پاؤ گے

جنگی شاعری میں صرف سماجی و قومی اقدار کے بیان پر بھی زور نہیں دیا گیا ہے بلکہ یہ شعری اظہار اہم فنی و جمالیاتی لوزامات سے آراستہ ہیں۔اس فنی اور تخلیقی اظہار اور اسلوب نے ان اشعار کو کلاسک بنا دیا ہے۔ ان اشعار میں بلوچ قوم کی نفسیاتی جنگوں کے بنیادی اسباب و عوامل اور پس منظر کو بھی خوبصورت شعری پیرایے میں بیان کیا گیا ہے۔ جس طرح عظیم ترین جنگی شاعری میں میر چاکر رند اور میر گوہرام لاشاری کی تیس سالہ لڑائی گوہر نامی عورت کی مال و دولت کی وجہ سے شروع ہوئی ہے:

سیوی گھوڑوی گرداں بات
دُرّیں گوہرءِ مرگ آں بات
گُہرام ثڑا دوجاہ بے جاہ بات
نئے بات گور ءُ نئے گنداواہ!
ثڑا ھپت صد بنگویں ورناھاں
پاگ اِش پہ کھیو ءَ بست اں
بور اِش بے لگاماں تاتک اں
آنہاں شہ نشاں یکے نیست
تیغاں چَرِتگ اَنت ھندی آں
زحمانی رَھاں زورین آں
کُل من گوھر ءِ مرگان آں[۸]

ترجمہ:

سیوی گھوڑوں کے گرد میں پنھاں رہے
گوھر کی نیّتِ بد کی بھینٹ چڑھا رہے
گُہرام دونوں مقامات سے بے مقام ٹھہرے
نہ اُسے قبر نصیب ہو اور نہ گندواہؔ
سات سو وجیہ نوجوان جو
اپنی دستاریں زعم سے باندھتے تھے

جو گھوڑوں کو لگام کے بغیر دوڑاتے تھے
اُن میں سے ایک بھی بطورِ نشان باقی نہ رہا
جو ہندی تلواروں کی زَد میں آکر کٹ گئے
سب کے سب گوہرؔ کی نیّتِ بد کی بھینٹ چڑھ گئے

تاریخی طور پر بلوچوں نے نہ صرف جنگیں اور آپس کی لڑائیاں لڑی ہیں بلکہ اپنی سرزمین کی خاطر بیرونی حملہ آوروں کے خلاف بغاوت کی جنگیں بھی لڑی ہیں۔ قدیم بلوچی شاعری کی جنگی موضوعات میں اپنے وطن پر بیرونی حملہ آوروں کے متعلق تخلیقات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہیں۔ جب حمل جیہندؔ جیسے معتبر و سردار اپنی زمین اور ساحل سمندر کی حفاظت کے لیے
پرتگیزی حملہ آواروں کے خلاف مزاحمت کرتا ہے تو شاعر اس کی قومی کردار کو یوں بیان کرتا ہے؛

جن پرنگائیؔ حملؔ ءَ پسند نہ بنت
پشک اِش گونڈ اَنت ءُ ناپگانی کُنڈ اِش دراَنت
جن جھود اَنت ءُ مرد اِش بے دینیں کاپر اَنت
دیم شود اَنت ءُ نئے ھُدائی نام ءَ گر اَنت
چُک اِش ماں کُٹ ءَ اَنت گُوش ئے ھُکّی گُلڑ اَنت
نائی چانگالاں گوں مکساں ھور وراَنت
مرد شکاران اَنت جن گوں شپانکاں دست ءُ گُور اَنت
دوستی اِش ھست گوں لوگ ءِ پونچوئیں بُزدلاں

ترجمہ:

فرنگیوںؔ کی عورتیں حمل کو پسند نہیں آئیں
کیونکہ ان کی قمیصیں چھوٹی ہوتی ہیں
اس قدر چھوٹی کہ اُن کی ناف نظر آتی ہے
فرنگیزؔ عورتیں مُردار اور ان کے مرد بے دین کافر ہیں
وہ نہ تو ہاتھ مُنہ دھوتی ہیں اور نہ ہی خدا کا نام لیتی ہیں
بچے ان کی گود میں سور کے پلوں جیسے لگتے ہیں
کھجور کا حلواہ مکھیوں کے ساتھ ہی کھا جاتی ہیں
جب اُن کی مرد شکار کو جاتے ہیں
تو وہ چرواہوں کے ساتھ عشق لڑاتی ہیں

یا گھروں میں پڑے ہوئے
بزدلوں کے ساتھ داد عیش دیتی ہیں [۹]

جنگی شاعری کے علاوہ قدیم بلوچی شاعری کا سب سے بڑا موضوع عشقیہ شاعری پر مبنی ہے جس میں صرف عشق کی روداد نہیں بلکہ ان میں عشقیہ کردار کی مختلف کیفیت عشقیہ شاعری صرف بہادری عاشقوں کی دلیرانہ داستانیں بیان کی گئی۔ عشقیہ شاعری صرف عشق و دیوانگی کی تخلیق نھیں ہیں بلکہ ثقافتی اقدار سے لیس مزاحمتی رجحان کا برملا اظہار بھی ہے۔ ہر کردار اپنی عشق میں ایماندار ہے۔ جنگی شاعری کے علاوہ قدیم بلوچی شاعری کا سب سے بڑا موضوع عشقیہ شاعری پر مبنی ہے جس میں نہ صرف عشق کی روداد بیان کیے گئے ہیں بلکہ ان میں عشقیہ کردار کی مختلف نوعیت، عشقیہ شاعری، بہادری، محبت کرنے والوں کی بہادری کے داستان بھی بیان کیے گئے ہیں۔ عشقیہ شاعری نہ صرف عشق و دیوانگی کی تخلیق ہے بلکہ ثقافتی اقدار سے آراستہ مزاحمتی رجحان کا برملا اظہار بھی ہے۔ ہر کردار اپنی عشق میں ایماندار ہے۔

"بلوچی شاعری کا عاشق بھی کسی رزمیہ ہیرو کا کردار محسوس ہوتا ہے۔ اور اس کی محبت کی فضا ایک کشمکش سے دوچار نظر آتی ہے۔ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ کہ وہ محبت نہیں بلکہ کسی رزم گاہ میں جنگ کے جوہر دکھا رہا ہے۔ شہ ملی، گراں ناز، سدو کے ساتھ میر بیورگ کے معاملات عشق اور اس کا عاشقانہ کردار بلوچی عشقیہ شاعری میں ایسی مثالیں ہیں۔ جہاں وہ ایک عاشق کے روپ میں کسی میدان جنگ کا ہیرو نظر آتا ہے"۔ [۱۰]

عشقیہ کردار اپنے عشق میں مخلص تھے اس لیے اپنے محبوب کی عشق میں ہر مشکل گھڑی میں تیغ زن اور پہاڑ کی طرح کھڑے رہے۔ عشق میں کوئی لالچ اور فریب نہیں تھا، اس لیے اس شاعری میں محبت کو معمولی بات نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ معاشرے میں عشق کی روایت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عشق میں بھی اس کا کردار مزاحمتی تھا جس کا بھرپور اظہار اس بلوچی شعر میں ہوا ہے؛

اَچ منی پاد درئیپشاں مزاری ئیں
تُراھس کُنگ زمزیر مہیریں دوست ءَ
کٹ ئِے اِشتگ گوں بکھملیں بوپ ءَ
دیر لرزیت ماں یک گُد ءِ توک ءَ
دیر لرزیت ءُ نگدھاں دنتوں
گبرو! تکدیر ءَ ترا آرتہ
ترکَ تئ گَہگیریں سرءَ بُرنت
ماں کلات ءِ دروازگ ءَ درنجنت(۱۱)

ترجمہ:

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

میرے پاؤں کی شیرانہ آہٹ ہے
زنجیر جیسی زلفوں والی میری محبوبہ اُچھل پڑی
بخملی گدّے والی پلنگ کو چھوڑ کر
دُور جاکر کھڑی ہوئی
اور ایک دو پٹے کے اندر کانپتی رہی
کانپتے ہوئے اس نے مجھے وہاں سے آواز دی
اے گبرو! تجھے تقدیر یہاں کھینچ لائی ہے
ترکؔ تیرا باغی سرکاٹ کر
قلعے کے دروازے پر لٹکا دیں گے

مہناز نے اپنی عفت کے بارے میں جو نظم لکھی ہے اس میں ان کی بے گناہی ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ شعری زبان کا ایک منفرد حسن بھی ہے۔وہ اپنی شاعری میں اپنے کردار کو الفاظ کی مدد سے اس طرح بیان کرتی ہے کہ شاعری میں موضوعات کا اظہار نئے اسلوب سے آراستہ ہے:

من ھما انجیراں پتن تاکیں
کہ تنک تڑیں کُنبانی سر ءَ رُستوں
من ھما جی ئینوں گر ءُ گٹی
دکن ءِ گُوات کہ اَچ گُورے کشیت
اکسر ءَ درچکانی سراں چنڈیت
(بلے) سر منی چچ گُوات ءَ نہ چنڈینتہ
بُن منی چچ ھور ءَ نہ میسینتہ
جیگ منی جامیں ہومرؔ ءَ بستہ
گوری گندیت یا ہومرؔ ئےِ بوجیت(۱۲)
(ترجمہ)
میں انجیر کے چوڑے پتوں والا وہ درخت ہوں
جو تنگ گھاٹیوں میں
پانی کے گہرے گڑھوں کے کنارے اُگتا ہے
میں چٹانوں اور گھاٹیوں کا وہ سربُلند پیڑ ہوں

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

کہ جب جنوب کی تندو تیز ہوائیں چلتی ہیں
تو اکثر درختوں کے سرجھکا دیتی ہیں
لیکن میرا سراب تک
کوئی بھی ہوا نہیں جُھکا سکی ہے
اور نہ ہی کوئی بارش
میرے تنے کو تر کر سکی ہے
میرا گریبان جام عمر نے باندھا ہے
اب میرا بدن قبر دیکھے گی
یا پھر جام ہومرؔ میرا گریبان کھولے گا

رزمیہ شاعری کی طرح عشقیہ شاعری میں بھی زبان کا استعمال بڑی مہارت سے کیا گیا ہے۔ عام زبان کی بجائے شاعرانہ اور تخلیقی زبان استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے شاعری کے فنی اصولوں کی مکمل پاسداری کی گئی ہے۔ جذبات واحساسات کا اظہار انتہائی نازک ہے جو شاعری کے بنیادی تقاضے ہیں۔ ان شاعرانہ تخلیقات کی بدولت بلوچی شعری روایت میں بہت اہم تشبیہات، استعارات اور تراکیب کے ساتھ ساتھ زبان و بیان کے خوبصورت امکانات بھی موجود ہیں۔ جنگی شاعری کی طرح قدیم بلوچی عشقیہ شاعری میں بھی زبان و بیان کا بہت خوبصورت انداز میں استعمال ہوا ہے۔ شعر میں مبالغہ آرائی اور تخیل کے ساتھ موثر شاعرانہ زبان کا استعمال کیا گیا ہے جو ایک طویل عرصے کے بعد بھی یہ شاعری اپنے منفرد اور مخصوص اسلوب، زبان و بیان کے اعتبار سے تر و تازہ ہے جس طرح کہ قدیم دور میں تھا۔ ان میں شے مُرید کی دیوانگی ہو یا مہناز کی عفت پر بیہودہ جھوٹی داغ، انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ شاعرانہ جمالیات کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں:

روچ چہ زردیں دیگرے بوشتیت
لال سدوؔ مسک ءُ میلہ واں مینیت
پہ وتی برنج ، پہ منی ریشاں
کرکھناں سالوکی دہ ھواں بوغا
چاٹ داں وش بوھیں کُتوری آں(۱۳)

(ترجمہ)

غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی زردی مائل روشنی
جب اندھیرے میں تبدیل ہوگئی
تو حسین صدوؔ نے مشک اور لالی تاخ کے بوٹے

کے ملاوٹ سے ایک خوشبودار مرکب تیار کیا
تا کہ اسے اپنی مانگ میں لگائے اور میں اپنی داڑھی پر
تب میں بلا خوف و خطر اُس کے گھر داخل ہوا
میری آمد پر اُس نے خوشبودار کستوری چاروں طر چھڑکی
اور بُلایا اُس نے ایک رازدار ملازمہ کو جس نے ایک شمع روشن
کی

بلوچی عشقیہ شاعری صرف حسن کی دیوانگی پر مشتمل نہیں بلکہ اس میں سماجی ناہمواری اور طبقاتی جبر کے خلاف منفرد شاعری ہوئی ہے وہ چاہے مہناز کی شاعری ہو یا شے مرید جیسے عشق کے دیوانے کی، جو اڑتیس سال اپنے محبوبہ کی عشق میں دربدری کی زندگی گزارنے پر مجبور رہا، لیکن حانی کی محبت نے اس کی اشعار میں سماجی اور طبقاتی نظام کی چیرہ دستیوں کو آشکار کر دیا ہے:

چاکرؔ کہ قوی ئیں واڑھے
من دِہ بدیں مڑدے نہ یاں
لوہیں کمان ءِ واڑہاں
چاکرؔ پوانکا شر تریں
کاٹار ءِ مُشت ئِے تنگویں
سڑداری ءِ نام ئِے گُور اِنت(۱۴)

ترجمہ:

چاکر اگر قبیلے کا سردار ہے
تو میں بھی بُرا شخص نہیں ہوں
میں مضبوط کمان کا مالک ہوں
چاکر اس لیے برتر ہے
کہ اُس کے خنجر کا دستہ سونے کا ہے
اسے سرداری کا منصب حاصل ہے

سماجی اقدار سے آراستہ اس شاعری میں جنگ اور محبت کے دلیرانہ موضوعات کو تخلیقی اسلوب کے ساتھ بیان کرنے کا بہت زیادہ رجحان ہے کہ اس کا اثر عشقیہ اور رزمیہ دونوں شاعری میں پائی جاتی ہے۔ نہ صرف جنگی شاعری میں مزاحمت کا رنگ اور عنصر ہی غالب ہے ہے بلکہ عشقیہ شاعری میں بھی اس کا اثر اور عنصر نمایاں ہے، شے مرید و حانی کی شاعری ہو یا مہناز و سدوؔ کی، یہ سب عشقیہ شاعری مزاحمت کی علامتیں ہیں:

میں انجیر چوڑے پتوں والا
وہ درخت ہوں
جو تنگ گھاٹیوں میں
پانی کے گہرے گڑھوں کے کنارے اُگتا ہے
میں چٹانوں اور ناقابل عبور گھاٹیوں کا
وہ سر بلند پیڑ ہوں
کہ جب جنوب کی تند و تیز ہوائیں چلتی ہیں
تو اکثر درختوں کے سر جھکا دیتی ہے
لیکن میرا سراب تک
کوئی بھی ہوا نہیں جھکا سکی
اور نہ ہی کوئی بارش
میرے تنے کو تر کر سکی
میرا گریبان جام عمر نے باندھا ہے
اب میرا بدن قبر ہی دیکھے گی
یا پھر جام عمر ہی میرا گریبان کھولے گا(۱۵)

مزاحمتی شاعری کی وجہ سے اس پورے دور کی شاعری میں حقیقت نگاری کا ایک منفرد اسلوب موجود ہے۔ ہر نظم میں انفرادی اظہار کے ساتھ ساتھ انسانیت کی آزاد فضا بھی ہے۔ چاہے جنگجو ہو یا عاشق، ہر کوئی اپنے اظہار کے لیے آزاد ہے۔ اس لیے حانی دیوانہ شے مرید کے لیے اس عہد کی سب سے بڑے سردار میر چاکر رند کی سرداریت اور دولت کو سرعام ٹھکرا کر ایک جنگجو کی طرح تین عشرے سے زیادہ عرصے تک اپنی حقیقی محبت کے لیے انتظار کی میدان میں تیغ زن رہی ہے۔

قدیم بلوچی شاعری میں چاکر رند، ہیبتان، جاڑو، شے مرید کے قول و قرار، دودا کی باہوٹی و مہمان نوازی، بالاچ کی بہادری و انتقام، شے مرید و حانی، شہداد و مہناز، بیبگر و گراناز، کیا و سید و کی عشق و دیوانگی، میر چاکر رند اور گوہرام لاشاری کی تیس سالہ خانہ جنگی، حمل ءِ جیہند کی اپنی سرزمین کی خاطر قربان ہو جانا یہ تمام واقعات اسی شاعرانہ روایت کی مرہون منت ہیں۔ بلوچ عوام کی ثقافت اور قومی نفسیات کی اجتماعیت نے اس شاعری کو مزید پختگی بخشی ہے، جس میں محبت، بہادری، مہمان نوازی، وفاداری، پناہ، اپنے مہمان اور پڑوسی کے لیے جان کا بازی لگانا، اپنے قول و قرار کا پاس رکھنا اور سچ بولنا اس شاعری کے اہم موضوعات یہ ہیں۔ صرف ان موضوعات کا اظہار اہمیت کی حامل نہیں بلکہ ان کے اظہار اور تخیلاتی کیفیت نے تخلیقات کو شعریت سے نوازا ہے۔ فنکارانہ اظہار نے ان اشعار کو کلاسیک اور تاریخی حیثیت دے کر منفرد بنایا ہے۔

حوالہ جات

1۔ واحد بزدار، قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ (اسلام آباد: قائد اعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۸)، ۲۴

۲۔ فقیر شاد، ھزانگ، جلد 1، (بحرین: بلوچ ادبی جُہد کار، اپریل، ۲۰۱٦)، صفحہ ۱۵۵

۳۔ واحد بزدار، قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ (اسلام آباد: قائد اعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۸)، ۱۰۵

۴۔ بانُل بلوچ، گاریں گال (کراچی: مستاگ فاؤنڈیشن، مئی، ۲۰۱۹)، ٦۵

۵۔ سید ہاشمی، بلوچی زبان وادب کی تاریخ: ایک جائزہ (گُوادر: سید ہاشمی اکیڈمی، ۱۹۸٦)، ۷۰

٦۔ نور احمد فریدی، بلوچی دنیا (کراچی، فروری، ۱۹٦۵)، ۳۷

۷۔ فقیر شاد، میراث (مند: پاژُل ادبی کاروان، ستمبر، ۲۰۱٦)، ۱۱۳

۸۔ شیر محمد مری، بلوچی کُہنیں شاعری (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۱)، ۲۱

۹۔ میر گُل خان نصیر، بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۳)، ۱۴۳

۱۰۔ واحد بُزدار، قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ (اسلام آباد: قائد اعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۸)، ٦۱

۱۱۔ میر گُل خان نصیر، بلوچستان کی کہانی شاعروں کی زبانی (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۳)، ۱۳۸

۱۲۔ میر گُل خان نصیر، بلوچی عشقیہ شاعری (کوئٹہ: بلوچی اکیڈمی، ۲۰۱۱)، ۲۵۴

۱۳۔ جسٹس میر خدابخش مری، قدیم بلوچی شاعری (ندارد، ۱۹۷٦)، ۱۴۴

۱۴۔ ڈاکٹر شاہ محمد مری، بلوچی ادب کی تاریخ (کوئٹہ: گوشۂ ادب، ۲۰۱۴)، ۱۷٦

۱۵۔ واحد بُزدار، قدیم بلوچی شاعری کا تنقیدی جائزہ (اسلام آباد: قائد اعظم یونیورسٹی، ۱۹۹۸)، ۹٦